Open Access
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں اختلاف اور اسکے اسباب تحقیقی مطالعہ

Differences between the Era of the Prophet (PBUH), the Era of the Companions and the Era of the Followers (Tabieen) and its causes, a Research Study

☆ **Muhammad Haroon**

M. Phil Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Punjab, Lahore,Pakistan.

☆ ☆ **Dr Muhammad Waris Ali**

Assistant Professor, Islamic Studies Department, Lahore Garrison University, Lahore,Pakistan.

Citation:

Haroon, Muhammad and Dr Muhammad Waris Ali " Differences between the Era of the Prophet (PBUH), the Era of the Companions and the Era of the Followers (Tabieen) and its causes, a Research Study." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.1, Jan-Jun (2024): 85– 97.

ABSTRACT

Man needs a code of life to live. In human life, food, drinks and marriages are an integral part of the human being. Then, in mutual interaction, the human being deals with each other, renting something for a short period of time, by mutual agreement of two parties. Doing business with each other in a manner in which one party owns the property and the other does business with it, and in this case the profit and loss is determined by percentage, in the same way, the two parties share equally in the profit and loss, the need of all of them. Undoubtedly, ultimately, differences in thoughts and theories, goals and results have been going on between human beings since the time when God created man in this world. After the Era of the Prophet (PBUH), when the sun of Islam began to shine with all its splendor and the people of Rome and Persia began to embrace Islam, new events began to take place in various areas of life (worship, society, affairs and politics), which resulted in various problems and there was a difference of opinion among them, in which post-locality and post-chronology were involved to some extent. This paper is titled "Differences between the Era of the Prophet (PBUH), the Era of the Companions, and the Era of the Followers (Tabieen) and its Reasons Research Study". have been described, by knowing this aspect, it is clear that in these periods, Differences was always for the sake of goodness and betterment, through which legislation and ease flowed.

Keywords:Differences, Era of the Prophet(PBUH), Era of the Companions, Era of Followers, Various problems

تعارف موضوع

انسان کو زندگی گزارنے کے لیے ضابطہ حیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانی زندگی میں مطعومات، مشروبات اور مناکحات انسان کے لیے جزءِ لاینحل کا درجہ رکھتی ہیں۔ پھر باہمی تعامل میں انسان کو ایک دوسرے سے لین دین، مختصر مدت کے لیے کسی چیز کو بطور کرایہ پہ لینے، باہمی اتفاقِ رائے سے دو فریقین کا آپس میں اس طرز پہ تجارت کرنا جس میں ایک فریق کا مال ہو اور دوسرا اس سے کاروبار کرے اور اس صورت میں نفع و نقصان فیصد کے حساب سے طے ہو اسی طرح سے دو فریقین کا برابر برابر نفع و نقصان میں شراکت کرنا، اِن سب کی حاجت رہتی ہے۔ بلاشبہ حتمی طور پر افکار و نظریات، مقاصد و نتائج اور مثمرات میں اختلاف انسانوں کے درمیان تب سے چلا آرہا ہے جب سے ذات باری تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو وجود بخشا۔ عہد نبوی ﷺ کے بعد جب آفتاب اسلام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگا اور اہالیان روم و فارس حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو مختلف شعبہ ہائے زندگی (عبادات، معاشرت، معاملات اور سیاست) میں نت نئے واقعات رونما ہونے لگے، جس سے نتیجتاً مختلف مسائل اور ان میں آراء کا اختلاف پیدا ہوا، جن میں بعد مکانی اور بعد زمانی کا ایک حد تک عمل دخل تھا۔ یہ مقالہ بعنوان "عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ اور عہد تابعین میں اختلاف اور اسکے اسباب تحقیقی مطالعہ" کے بیان میں ہے۔ جس میں ابتدائی طور پر عہد نبوی ﷺ پھر عہدِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور عہدِ تابعین رحمھم اللہ کے ادوار میں اختلاف کے اسباب بیان کیے گئے ہیں، جنہیں جان کر یہ پہلو واضح ہوتا ہے کہ اِن ادوار میں اختلاف ہمیشہ باعثِ حُسن و تحسین ہی رہا، جس سے تقنین و تسہیل بہم رواں ہوئی۔

اختلاف خوشنودیِ خداوندی کا باعث

جیسا کہ اسی تناظر میں ارشاد خداوندی ہے، جس میں انسانی اختلاف کی حقیقت کے ساتھ ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ کونسا اختلاف خوشنودیِ خداوندی کا باعث ہے اور کونسا اختلاف عتابِ الٰہی کا موجب ہے:

"وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَۙاِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ"[1]

[1] هود، 11:118-119

Hood,11:118-119

"مگر جن پر آپ کے رب نے رحم فرمایا (وہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے) اور اسی (رحمت) کے لیے انھیں پیدا فرمایا ہے اور پوری ہوگئی آپ کے رب کی (یہ) بات کہ میں ضرور بھر دونگا جہنم کو جن و انسان دونوں سے۔ اور یہ سب جو ہم بیان کرتے ہیں آپ سے پیغمبروں کی سرگزشتیں یہ اس لیے ہیں کہ پختہ کر دیں ان سے آپ کے قلبِ (مبارک) کو اور آیا ہے آپ کے پاس اس سورۃ میں حق اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے اہل ایمان کے لیے۔"

اِن آیات مبارکہ میں منشا خداوندی کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسان ایک امت ہوتے اور اختلاف بہر صورت رہتا۔ اور اس اختلاف سے صرف وہی لوگ بچے رہتے جو رحمتِ الٰہی کے حصار میں ہوتے۔ درحقیقت تخلیقِ انسان کا بنیادی مقصد یہی "اختلاف" ہے۔ پھر کائنات میں بسنے والے انسان اور اس سے قبل جنّ باہم مختلف رہے، ان (جنّ و انسان) کے داخلے سے جہنم بھر جاتی اور فرمانِ الٰہی صادق ہو کے رہتا۔

اختلاف کے اسباب

عہدِ نبوی ﷺ میں جوں جوں علم و معرفت کے چشمے پھوٹنے لگے، انسانوں کے باہمی روابط بڑھنے لگے، جس سے واقعات و معاملات میں جدت پیدا ہوتی چلی گئی تو اس طرح احکام میں اختلاف زیادہ ہوگیا۔ پھر فقہاء کے اجتہاد و استنباط بھی ظاہر ہونے لگے۔ پھر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین عظام علیہم الرحمہ میں سے مجتہدین میں عقائد اسلام میں اختلاف وقوع پذیر ہوا، نہ ہی ان بنیادی احکام میں سے کسی حکم میں جن احکام میں ماحول، وقت اور جگہ کا اختلاف فطری امر تھا۔

دیکھا جائے تو ایک طرف قرآن و سنت میں ان لوگوں کی انتہائی مذمت کی گئی ہے، جو کلام الٰہی آجانے کے بعد تفرقے اور اختلاف میں پڑ جاتے ہیں۔ عموماً ان اسباب کے پیچھے تین اسباب کی کار فرمائی ہوتی ہے۔

1. اتباع شہوات
2. اتباع شبہات
3. اتباع رسوم و رواج

1: اتباع شہوات

اتباع شہوات سے مراد یہ ہے کہ انسان خواہشِ نفس کی بنیاد پہ نفس کی پیروی میں لگا رہے اور احکاماتِ خداوندی

سے کنارہ کش ہو جائے جیسا کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ"[1]

"ذرا اس کی طرف تو دیکھو جس نے بنالیا ہے اپنا خدا، اپنی خواہش کو۔"

اس آیتِ کریمہ میں نبی کریم ﷺ سے خطاب کی صورت میں انسانی گمراہی کی نشاندہی کی جارہی ہے کہ وہ شخص جو خواہش کی پیروی میں اتنا مگن ہو اس کی مثال ایسے ہے جیسے اُس نے اپنی خواہش کو ہی معبود بنالیا ہے جس نے اُسے خالق کی معرفت سے ہی بیگانہ کر دیا ہے۔

2: اتباع شبہات:

اتباع شبُہات سے مراد یہ ہے کہ واضح احکامات کی موجودگی میں انسان اُنکی تعمیل میں کوشاں نہ ہو بلکہ وہ غیر واضح احکامات میں سرگرداں ہو۔ جیسا کہ اسی تناظر میں ارشاد ربانی ہے:

"هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَاۚ وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ"[2]

"وہی ہے جس نے نازل فرمائی آپ پر کتاب اس کی کچھ آیتیں محکم ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے سو وہ پیروی کرتے ہیں (صرف) ان آیتوں کی جو متشابہ ہیں قرآن سے (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے اور نہیں جانتا اس کے صحیح معنی کو بغیر اللہ تعالیٰ کے اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم ایمان لائے ساتھ اس کے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نہیں نصیحت قبول کرتے مگر عقل مند۔"

اس آیت میں قرآنی آیات کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو محکمات اور دوسری متشابہات۔ پھر ان آیات پہ

---

[1] الجاثیہ،23:45

Al Jāthia,45:23

[2] آلِ عمران،7:3

Al Imrān,3:7

ایمان لانے والوں کی دلی کیفیت کا بھی ذکر کیا جارہا ہے کہ ایک وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں کج روی ہے، اُن کے ذہن فکری ضلال کا شکار ہیں وہ آیاتِ متشابہات سے تاویل کا راستہ اپناتے ہوئے فتنہ کے درپے ہوئے۔ انکی تمام کوششیں رائیگاں ہیں، بالآخر اِن آیات کی تاویل کو صرف اللہ ہی بہتر جانتا ہے، جو ان کا نازل فرمانے والا ہے۔ اور دوسری طرف اُن اہلِ ایمان کا ذکر کیا جارہا ہے جو علمی رسوخ کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ اِن آیات میں پنہاں رموز واسرار سے آشناں اُسی بلند وبرتر ذات کو قرار دیتے ہیں، جس کے سامنے علم ناقص، عقل ناتواں ہے۔ اس راز کو سوائے اہلِ دانش کے کوئی نہ یں سمجھ سکتا۔

3: اتباعِ رسوم ورواج

اتباعِ رسوم ورواج سے مراد ان رسوم ورواج پہ ہی انحصار کرنا جو نسل در نسل چلتی آرہی ہیں اور اسکے مقابلے میں اللہ اور اسکے رسول کے نازل کردہ احکامات کی طرف سرے سے توجہ نہ دی جائے۔ جیسا کے اس سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـًٔا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ"[1]

"اور جب کہا جاتا ہے انھیں کہ آؤ اس کی طرف جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اور آؤ (اس کے) رسول کی طرف کہتے ہیں کافی ہے ہمیں جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادا کو اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں (کیا پھر بھی وہ انھیں کی پیروی کریں گے)۔"

کفار کو اس آیت میں دعوت دی جارہی ہے کہ آجاؤ اُس راستہ کی طرف جو اللہ اور اسکے نازل کردہ رسول کا راستہ ہے۔ اس پر ان کا یہ جواب ہوتا ہے ہمارے لیے وہی راستہ کافی ہے، جس پر ہمارے آباء واجداد تھے۔ گویا رسوم ورواج کی اتباع میں اُنہیں حق وباطل کی شناخت نہ رہی۔ اس پر اُنکی گمراہی کی نشاندہی سوالیہ انداز میں کچھ اس انداز میں کی گئی کہ وہ راستہ جس پر تمہارے آباء واجداد کاربند رہے، کیا تمہیں اس بات کی خبر نہیں ہے کہ وہ ہدایت کے راستہ پہ گامزن نہیں تھے۔

---

[1] المائدہ،104:4

Al Māida,4:104

اختلاف باعثِ رحمت

دوسری طرف جن کے اختلاف کو آیات واحادیث میں سراہا گیا ہے، جو نصوص (آیات واحادیث) کی تعبیر وتفسیر میں عرق ریزی کرتے ہیں، ان کی جانچ پرکھ کرکے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرتے ہیں، چاہے وہ ائمہ وفقہاء دین متین ہوں، حضرات تابعین عظام علیهم الرحمه، حضرات صحابہ کرام رضوان الله علیهم اجمعین ہوں۔ ایسا اختلاف باعثِ رحمت ہے اور وقت کی ضرورت بھی۔

پھر یہ اختلاف عہد رسالت مآب ﷺ میں بھی رونما ہوتا رہا۔ اس اختلاف کا دائرہ کار فروعات دین میں رہا۔ قابل غور پہلو یہ ہے کہ ان میں رونما ہونے والے اس اختلاف رائے نے کبھی بھی امت مسلمہ کے مابین مخالفت یا تفریق کا روپ نہیں دھارا جس کا نتیجہ انتشار بنے۔ اختلاف جب تک مخالفت کا روپ اختیار نہ کرے، ایسے اختلاف کو باعث رحمت قرار دیا گیا ہے۔ اس قسم کا اختلاف ہی کائنات میں حسن کا باعث ہے۔

لہذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عہد نبوی ﷺ میں مسائل شرعیہ فرعیہ میں پایا جانے والا اختلاف مختلف شعبہ ہائے زندگی میں سہولت کا باعث بنا۔ یہی اختلاف ہے جسے حدیثِ نبوی ﷺ میں سراہا گیا ہے، جو باہم صحابہ کرام میں ذاتی بُغض وعناد کا سبب نہ بنا، بلکہ یہ باعثِ رحمت رہا۔ جس سے خوشہ چینوں نے اپنی بساط کے مطابق کسبِ فیض کیا اور آنے والی امت کے لیے تاقیامت یُسر کے دروازے کھولے۔

اختلاف بعہدِ نبوی ﷺ وعہد صحابہ اور اسکے اسباب

عہدِ نبوی ﷺ اور عہدِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرات صحابہ کرام کے مابین فروعاتِ دین میں اختلاف رونما ہوتا رہا، مگر کبھی بھی یہ اختلاف ذات نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کے مابین تنقیصِ نبوی ﷺ اور معاشرتی تخریب کاری کا سبب نہ بنا۔ بلکہ اس اختلاف نے عملی راہ ہموار کی اور آنے والے ازمنہ میں لوگوں کے لیے سہولت کا باب کُھلا۔ جیسا کہ امام بخاری کی روایت سے اُس زمانے کی سنہری مثال ملتی ہے:

"لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ العَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ"[1]

---

[1] بخاري، محمد بن إسماعيل، الجامع الصحيح، أَبْوَابُ صَلاَةِ الخَوْفِ، بَابُ صَلاَةِ الطَّالِبِ وَالمَطْلُوبِ رَاكِبًا وَإِيمَاءً، (دار طوق النجاة، 1422)، رقم الحديث:946

Bukhārī,Muḥammad bin Ismā’eel, *Al Jāme Al Ṣaḥiḥ*, Abwāb ṣalāt al-Khauf,(Dār Tuaq al Nijāt,1422),Raqam al Ḥadīth:946

"کوئی نمازِ عصر بنی قریظہ کے علاوہ میں ادا نہ کرے۔"

اس حدیث مبارکہ کی روسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نمازِ عصر کی ادائیگی میں اختلاف ہوا، مگر اس کی بنیاد نہ ہوائے نفس تھی اور نہ کچھ اور بلکہ "حدیثِ رسول ﷺ" تھی، جو وقتِ رُخصت آپ ﷺ نے ان کے لیے بیان فرمائی تھی، پھر عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بھی حضرات صحابہ کرام کا مختلف مسائل میں اختلاف ہوا، جس نے کبھی بھی مخالفت کی صورت اختیار نہ کی۔ یہ اختلاف اصل دین میں نہیں بلکہ فرع دین میں تھا اور باہم اختلاف کے باوجود ان کے باہمی تعلقات بہت خوشگوار رہے۔

تربیت یافتگانِ درسگاہِ نبوی ﷺ کا طرزِ عمل

اسی قسم کے اختلاف کو جو حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین ہو کچھ یوں تعبیر کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"[1]

"آپس میں رحم دل تھے۔"

پھر صحابہ کرام کے اولین دور کا یہ واقعہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کرنے کا عزم کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکی مخالفت کی اور کہنے لگے کہ آپ ان لوگوں سے کیسے قتال کرسکتے ہیں جنہوں نے کلمہ طیبہ کا اقرار کیا ہو، پھر اپنے مؤقف پہ حدیث بھی پیش کی۔

"أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَمَنْ قَالَ: لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالَهُ وَنَفْسَهُ، إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ"[2]

---

[1] الفتح،48:29

Al Fateh,48:29

[2] بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ الِاعْتِصَامِ بِالكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، بَابُ الِاقْتِدَاءِ بِسُنَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم الحدیث:7284

Bukhārī,Al Jāme Al Ṣaḥiḥ,*Kitāb ul I'tiṣām bil kitāb wal Sunnat*,Bāb ul iqtida bī sunan Rasool,Raqam al Ḥadīth:7284

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں پس جو شخص اقرار کرلے کہ لا الٰہ الا اللہ تو میری طرف سے اس کا مال اور اس کی جان محفوظ ہے۔ البتہ کسی حق کے بدل ہو تو وہ اور بات ہے۔"

مگر حضرت ابو بکر نے زکوۃ کو نماز پر قیاس کیا اور قتال جاری رکھتے ہوئے حضرت عمر سے اختلاف کیا۔

دینِ اسلام دینِ وحدت

دینِ اسلام دینِ وحدت ہے۔ اسلامی تعلیمات میں اختلاف و اختلافِ محمود اور اختلافِ مذموم کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ ایسا اختلاف قابلِ مذمت ہے جس کی بنیاد انسانی شہوات، آیاتِ شُبہات میں کھوج لگانے اور انسانی رسوم ورواج کی اتباع پہ رکھی گئی ہے۔ اور ایسا اختلاف جس کی بنیاد انسانی زندگی کے مختلف پہلو معاشرتی، معاشی و دیگر میں پیش آمدہ مسائل کی تحلیل و تنقیح میں اس طرح ہو کہ خواہشِ نفس پاس سے بھی نہ گزرے، آیاتِ شُبہات کی جستجو سے پہلو تہی برت کر اور انسانی رسوم پہ کلیۃً انحصار نہ ہو بلکہ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر ہر دور کے ائمہ دینِ متین جو نصوص میں عرق ریزی کی بنا پر باہم آراء میں مختلف ہو جاتے رہے۔ اسی قسم کا اختلاف باعثِ رحمت ہے، جسکی طرف حدیثِ نبوی میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی حوالے سے ابتداءً امت محمدیہ ﷺ میں رونما ہونے والے اختلاف کی تاریخ کو بیان کیا گیا ہے جس سے اسبابِ اختلاف کا فہم آسان ہو سکے گا۔

عہدِ نبوی ﷺ و عہدِ صحابہ میں اختلاف کے اسباب

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اختلاف کے دس اسباب بتائے ہیں:

1. ایک صحابی نے کسی فتویٰ یا فیصلہ میں رسول اللہ ﷺ کا حکم سنا اور دوسرے صحابی نے وہ حکم نہ سنا تو اُس نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا۔
2. صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین مناظرہ ہوا اور اس ضمن میں کوئی حدیث سامنے آگئی، جس کی صحت کا غالب گمان تھا۔ چنانچہ وہ صحابی اپنے اجتہاد سے رجوع کر کے اُس حدیث کو اختیار کرلیتا۔
3. اگر صحابی کو کوئی حدیث پہنچی مگر اُسکی صحت کا غالب گمان نہ ہوا (اور نہ ہی قرائن اُسکی صحت کے مؤید ہوتے) تو وہ صحابی اس روایت کو قبول نہ کرتے ہوئے اپنے اجتہاد کو برقرار رکھتا۔
4. یہ کہ صحابی تک سرے سے متعلقہ حدیث پہنچی ہی نہ ہوتی۔

5. ایک سبب یہ بھی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی عمل کرتے دیکھا لیکن اس عمل کی حیثیت کے تعین میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اختلاف ہو گیا بعض نے اسے کار ثواب خیال کیا اور بعض نے اسے محض جواز پر محمول کیا۔
6. کسی واقعہ کی تعبیر میں غلط فہمی ہو گئی۔
7. سہو ونسیان ہو گیا۔
8. حدیث کے فہم اور اس سے اخذ نتائج میں غلط فہمی ہو گئی۔
9. کسی حکم کی علت کے تعین میں اختلاف ہو گیا۔
10. دو مختلف احکام کے درمیان تطبیق و توافق نہ کر پائے۔[1]

عہدِ نبوی ﷺ و عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں فروعات دین میں اختلاف کے عمومی یہ دس اسباب رہے، جنکی بناء پہ مختلف امصار (مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، شام) میں قیام پذیر حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عدمِ اطلاعِ نصوص (آیات واحادیث)، واقعہ کی تعبیر میں غلط فہمی کا پیدا ہو جانا، فہمِ حدیث اور اسکے نتائج میں اختلاف کا وقوع پذیر ہو جانا و دیگر وجوہات کے سبب فقہی رائے قائم کر کے اسکے مطابق اپنے اپنے حلقہ عصر میں تبلیغ و ترویج کا کام جاری رکھتے رہے۔

پھر اسی دور کے مزید سات اسباب "دکتور مصطفیٰ سعید الخنؔ" نے کچھ یوں بیان کیے ہیں:

1. قرآنی قراءتوں میں اختلاف ہونا۔
2. حدیث پر مطلع نہ ہونا۔
3. ثبوت حدیث میں شک اور عدمِ اطمینان کا پایا جانا۔
4. ایک لفظ (اسم، فعل، حرف) کا دو یا اِس سے زائد معانی کے لیے مشترک ہونا۔
5. نص (آیت یا حدیث) کے فہم اور تفسیر میں اختلافِ آراء کا پایا جانا۔

---

[1] شاہ ولی اللہ، قطب الدین، احمد بن عبد الرحیم، **الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**، (لاھور، ھیئۃ الاوقات، بحکومۃ البنجاب، 1971ء)، ص 3-6

Shāh Walī ullah, Quṭab al Deen, Aḥmad bin Abdulraḥeem,*Al Inṣāf fī bayān sabab al ikhtilāf*,(Lahore,Hait ul uqāf,bī Hakoomat al Punjāb,1971),P:3-6

6. نصوص (آیات واحادیث) میں تعارض کا پایا جانا۔

7. کسی مسئلہ میں نصِ صریح کا دستیاب نہ ہونا[1]

ان وجوہات کی بناء پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا باہم اختلاف ہوا جو اجتہادی تھا۔ اور جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بر سر ہدایت ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے گواہی دی اور ان کے زمانے کو بہترین زمانہ قرار دیا۔ جیسا کہ اسی تناظر میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ"[2]

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، اِن میں سے جن کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔"

پھر اسی طرح ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

"خَيْرُ الْقُرُونِ الْقَرْنُ الَّذِي أَنَا فِيهِمْ، ثُمَّ الثَّانِي، ثُمَّ الثَّالِثُ، ثُمَّ الرَّابِعُ"[3]

"بہترین زمانہ زمانوں میں وہ زمانہ ہے جس میں میں ہوں، پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا"

ان مذکورہ بالا احادیثِ طیبہ کہ روشنی میں حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امتِ محمدیہ ﷺ کے لیے مشعلِ راہ ہونا واضح ہو رہا ہے، اگرچہ اُن کا فروعی مسائل میں باہمی اختلاف رہا ہو۔ اسی طرح فروعی مسائل میں اختلاف صدی بصدی توسیع پذیر ہوتا رہا اور عہدِ تابعین علیہم الرحمہ میں بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مانند اختلاف باعثِ رحمت رہا۔

---

[1] دکتور، مصطفیٰ سعید الخِن، اثر الاختلاف فی القواعد الاصولية فی اختلاف الفقہاء، (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1982ء)، ص117-138

Doctor,Muṣtafa Saeed al Khin,*Athār ul Ikhtilāf fī al Qawaid al uṣolia fi Ikhtilāf al Fuqahā*,(Muasisat al Risālat,Beirut,1982),P:117-138

[2] آجُرِيُّ، محمد بن الحسين، الشريعة، كِتَابُ الْإِيمَانِ وَالتَّصْدِيقِ، بَابُ ذِكْرِ فَضْلِ جَمِيعِ الصَّحَابَةِ، (دار الوطن الریاض، السعودیۃ، 1999ء)، رقم الحدیث:1166

Ajurī,Muḥammad bin Al Ḥussain,Al Shariat,*Kitāb ul Imān wal Taṣdeeq*,*Bāb Zikar Fazal Jamee al ṣahāba*,(Dār al Watan Al Riāz,Al Sa'udia,1999),Raqam al Ḥadīth:1166

[3] اصفھانی، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1409ھ)، ج:4، ص:172

Aṣfahānī,Aḥmad bin Abdullah,*Hilyat al Uliyā wa ṭabaqāt al Aṣfiyā*,(Dār ul Kutab al Ilmia, Beirut, 1409), V:4, P:172

عہدِ تابعین میں اختلاف کے اسباب

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذاہب مختلف ہوگئے تو تابعین نے جس میں سہولت دیکھی اُسے اختیار کرلیا۔ پس رسول اللہ ﷺ کے فرمودات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کار جو کچھ جس نے سُنا اُسے یاد کرلیا، اس کے پابند رہے اور حتی المقدور اُن میں باہمی مطابقت پیدا کی اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی۔ اور اِس طرح علمائے تابعین میں سے ہر عالم کا اپنی اپنی توجیہ کے مطابق علیحدہ مسلک اور نقطہ نظر ہوگیا۔شاہ ولی اللہ اِس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فانتصب فی کل بلد امام مثل سعید بن مسیب--------------رفعت الیهم الاقضیة"

"اور اِس طرح ہر علاقے میں ایک امام بن گیا جیسے سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سالم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، ان کے بعد زہری اور قاضی یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اور ربیعہ بن ابی عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں، عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ مکہ میں، ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں، طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ یمن میں، مکحول شام میں امام بنے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ دلوں کو اُن (علمائے تابعین) کے علوم کا پیاسا (مشتاق) بنادیا اور وہ (ان علوم کی) تحصیل کی طرف راغب ہوئے اور انھوں نے اُن (علماء) سے حدیث، صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاوے اور اُنکے اقوال نیز اُن علمائے (تابعین) کے مسلک اور تحقیقات کو جمع کیا، استفتاء کرنے والوں نے ان سے فتوے پوچھے اور انھیں بے شمار مسائل سے سابقہ پڑا اور بہت سے معاملات اور فیصلے ان کے روبرو پیش ہوئے۔"[1]

تابعین کرام علیہم الرحمہ کے زمانے میں جوں جوں سلطنتِ اسلامیہ میں توسیع ہوتی چلی گئی تو ساتھ ساتھ اسلامی مراکز کا قیام بھی عمل میں آتا چلا گیا۔ جس سے مدینہ میں الگ فقہی مکتب قائم ہوا، مکہ میں الگ، شام میں الگ اور اسی طرح باقی اسلامی مراکز بھی فقہی مکاتب میں تبدیل ہوتے چلے گئے جو اُس دور میں اہلِ علاقہ کے لیے پیش

[1] شاہ ولی اللہ، **الانصاف فی بیان سبب الاختلاف**، ص12
Shāh Walī ullah, *Al Inṣāf fī bayān sabab al ikhtilāf*,P:12

آمدہ مسائل میں سہولت کا باعث بنے۔ اور لوگوں نے مذہبی عبادات، باہمی تعامل میں مشکلات کے وقت اِن سے عمل کی راہ لی۔ جیسا کہ ذیل میں عمرِ ثانی علیہ الرحمہ کے قول سے اِس کی مزید توضیح ہو جاتی ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز سے منقول ہے:

" ما احب ان اصحاب رسول الله ﷺ لا يختلفون لانه لو كان قولا واحدا لكان الناس ----لكان سنة"

"میں اِس بات کو پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اختلاف نہ کرتے، کیونکہ اگر ایک قول (فروعات دین) میں ہوتا تو لوگ تنگی میں مبتلا ہو جاتے اور وہ تمام ائمہ ہیں جن کی پیروی کی جاتی ہے۔ آدمی اِن ائمہ میں سے جس کسی کے قول پر بھی عمل کرلے گا وہ سنت کو پالے گا۔"[1]

گویا اس زمانے میں معاشرتی و معاشی میدان میں کسی صحابی کا قول بھی مل جاتا تو وہ عمل کی راہ ہموار کرتا رہا، اگرچہ دیگر اہلِ امصار کا اس میں عمل مختلف ہی کیوں نہ ہوتا۔ یہی اختلاف بعد میں ائمہ دینِ متین کے لیے لائقِ تعمیل بنا جس پر انہوں نے اپنے اپنے فقہی مکتب میں اصول وضع کیے۔ عہدِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہر دور میں فروعی مسائل میں اختلاف کا دائرہ کار کیا رہا؟ آیا یہ اختلاف اعتقادی مسائل میں رہا یا مسائلِ فرعیہ وعملیہ میں۔ پھر اِن میں سے کس اختلاف کی گنجائش باقی ہے اور کس کی نہیں؟ اِس جیسے سوالات کے جواب میں درج ذیل قول اس امر کی وضاحت کر رہا ہے:

امام غزالی اِس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"اعتقادی مسائل میں اجتہاد نہیں کیا جاتا، کیونکہ ان میں نظریاتی اختلاف جائز ہے، نہ تمام نظریاتِ حق ہیں۔ ان میں سے ایک نظریہ حق اور صحیح ہے باقی باطل ہیں اور صحیح نظریہ کا حامل ہی فکرِ صحیح کا حامل ہے، باقی گنہگار ہیں۔ جیسے پانچ نمازوں اور زکوۃ کی فرضیت یا وہ ضروریات دینیہ جو عقائدِ قطعیہ سے ثابت ہیں اور جن پر تمام اُمت کا اتفاق ہے یہ چیزیں دائرہ اجتہاد میں نہیں ہیں، جو شخص اِن میں سے کسی چیز میں اختلاف کرے گا وہ گناہگار ہو گا۔ اس لیے دائرہ اجتہاد میں مسائل

[1] شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، **الاعتصام**، (مکتبۃ التوحید، 2008ء)، ج4، ص11
Shaṭbī, Ibrāhīm bin Musa,*Al I'ti'ṣām*,(Maktaba Al Tuhid,2008),V:4,P:11

فرعیہ عملیہ ہیں، جن میں اختلاف کرنے والا گنہگار نہیں ہے اگر اس کی فکر صحیح نتیجے پر پہنچی تو اس کے لیے دو اجر ہیں ورنہ ایک اجر ہے۔"[1]

لہذا عقائدِ قطعیہ میں اختلاف ناقابلِ تلافی ہے جو بالآخر تفسیق و تضلیل پہ منتج ہوتا ہے، کیونکہ یہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں۔ اور مسائلِ فرعیہ عملیہ میں اختلاف قابلِ تحسین ہے، اس میں جتنا بھی اختلاف ہو گا نتیجتاً عملی راہ ہموار کرے گا بشرطیکہ یہ نصوصِ شرعیہ کے دائرے میں ہو، پھر مجتہد کے صائب ہونے پہ دو اجر اور مخطی ہونے پہ ایک اجر ملے گا۔ یاد رہے محض قیاس کی بنیاد پہ یہ اختلاف بھی معیوب ہے۔

خلاصہ کلام

لہذا عہدِ نبوی ﷺ میں جب بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تفہیمِ وحی الٰہی یا فرمانِ نبوی ﷺ میں اختلاف رونما ہوا، کبھی بھی انہوں نے اسے وجہِ بُغض وعناد، وجہِ مکالفت نہ بنایا، بلکہ ایسے اختلاف اُن میں اس وقت باعثِ رحمت رہے۔ جس سے اس دور کے مسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان وایقان اسلامی تعلیمات پر اور مضبوط ہوا اور بصورتِ احترامِ باہمی اور حفظِ مراتب اُنکی حیاتِ مبارکہ بعد والے ازمنہ کے لیے سنہری مثال بن گئی، جو یقینی طور پر رسول اللہ ﷺ کی تربیت ونگاہِ مبارک کا فیضان تھا۔ پھر یہ فیضان بہم چلتا رہا، جو مابعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضراتِ تابعینِ کرام میں بدستور جاری رہا۔ اِن ادوار میں الگ الگ مکاتیبِ فکر اسلامی تعلیمات میں متنوع تحسین کے پہلو کے طور پر معرضِ وجود میں آئے۔ جنہوں نے امتِ مسلمہ کے لیے باقاعدہ تقنین اور تسہیل پیدا کی۔ لہذا اختلاف وہی قابلِ تحسین وستائش ہے جو باعثِ رحمت بنے نہ کے باعثِ زحمت۔

---

[1] غزالی، **المستصفی**، شرکۃ المدینۃ المنورۃ للطباعۃ، 2008ء، ج2، ص209

Ghazālī, *Al Mustaṣfa*, (Shirkat al Madina al Munawara lil ṭabā'at,2008),V:2,P:209